سرسید احمد خاں اور مطالعہ مسیحیت

(تفسیر القرآن الکریم کے تناظر میں تحقیقی جائزہ)

*ساجد اسد اللہ

**پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

In the wake of objections, araised by western critics and Christian missionaries in 19th century, modern educated people among the Muslims of Sub-Continent began to turn away from Islam and Quran. To bring these people back to Islam and to answer these objections, apart from other writings, Sir Syed Ahmed Khan (1817-1898) wrote incomplete "Tafseer ul Quran". Enriched with the spirit of defense of Islam, his exegesis was in the light of "Law of Nature" with rational approach. All his effort was going on to show harmony between western knowledge and Islamic teachings. Unfortunately he annotated the basic ideology and faith in such a way which turned out to be against the fundamentals of Islam. Neglecting the traditional interpretations, Sir Syed adopted apologetic approach against the western criticism and polemic reply to Christian missionaries. Owing to these facts, an opposition sprang up from Muslims against this work.

انیسویں صدی کا نصف اول برصغیر میں مسلم و مسیحی ہر دو گروہ کے لیے سیاسی و مذہبی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مسند حکمرانی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر براہ راست اُس تاج برطانیہ کی ماتحتی میں جانے والی تھی، جو چرچ آف انگلینڈ (پروٹسٹنٹ) کا سرپرست بھی تھا(۱)۔ اس کے ساتھ ساتھ مذہبی منظر نامہ میں ہندوستان میں سرگرم عمل بدیسی مسیحی تبشیری سلسلے مقامی لوگوں کو بپتسمہ دینے میں حوصلہ افزاء کامیابیاں حاصل کر چکے تھے۔ اس کا اندازہ اس مثال سے لگایا جا سکتا ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ نے اگرچہ ۱۸۱۳ء میں ہندوستان میں مشنریوں کو آزادانہ تبشیری سرگرمیوں کی اجازت دی تاہم ۱۸۰۰ء سے ۱۸۲۱ء کے دوران ۱۴۰۷ افراد کو بپتسمہ دیا گیا۔ اس میں مسیحی مبلغین نے مقامی تعلیمی اداروں کو ہدف بنایا اور ۱۸۱۸ء تک ان کی ۱۲۶ اداروں تک رسائی تھی (۲)۔ اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی طرف سے سیاسی غلبہ کے احساس کے تحت مسلم مخاطبین کے لیے پیش کیے جانے والے لٹریچر میں مسیحی تعلیمات نسبتاً کم جب کہ اسلام و قرآن پر نقد زیادہ ہونے لگا اور اس میں بتدریج شدت اور اضافہ ہوتا نظر آتا ہے۔ اہل کتاب کو قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

* شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سمندری۔ فیصل آباد

** پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ (آل عمران ۳:۶۴) کی دعوت کے جواب میں قرآن کے بارے معاندانہ رویہ پر مشتمل تنقیص وتکذیب، ریب وتشکیک اور تردید کا حامل مناظراتی مسیحی لٹریچر سامنے آیا۔اس میں صرف مقامی مسیحی اہل قلم کی تحریریں ہی نہیں بلکہ بعض پُر جوش مغربی منادین اور مستشرقین کی کاوشیں بھی پیش کی گئیں۔اس کی اہم مثال برصغیر کے تبشیری لٹریچر میں سب سے معرکۃ الآراء اور ''بائبل ثانی'' کا درجہ رکھنے والی ''میزان الحق'' از پادری سی جی فینڈر (۱۸۶۸ء) ہے۔کوئی مسیحی مبشر اپنے آپ کو اس سے مستغنی قرار نہیں دے سکتا تھا۔تین حصوں اور ۲۰ ابواب پر مشتمل کتاب میں صداقت بائبل کی بناء تنقیص قرآن و رسالت محمدیہ ہے (۳)۔نیز مغرب میں عقلیت پسند اور مذہب بیزار تنقیدی تحاریک کے نتیجہ میں سامنے آنے والا لٹریچر بھی ہندوستان کے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں پر اثر انداز ہو رہا تھا۔نتائج کے اعتبار سے اس مسلم مسیحی کشمکش کے مسلم مخاطبین پر دو طرح کے اثرات مرتب ہوئے۔

۔راسخ العقیدہ گروہ کی طرف سے تردیدی رجحان سامنا آیا۔

۔تعقل پرست و متجددین افراد پر کلّی یا جزوی ایجابی اثرات ۔

پہلے گروہ راسخ العقیدہ مسلم علماء نے اس سارے منظر میں اپنی ذمہ داریوں سے صَرف نظر نہیں کیا اور کسی کمزوری یا تحفظات کا شکار ہوئے بغیر اسلام و قرآن پر کی جانے والے مسیحی و مغربی نقد کا ہمہ جہت اور مفصل اسلوب میں جواب دیا اور ان کی طرف سے بہت مدلل اور وقیع لٹریچر سامنے آیا (۴)۔

جب کہ دوسری طرف تعقل پرست گروہ نے مسیحی لٹریچر کا اپنی ذہنی ساخت کے ساتھ مطالعہ کیا اور راسخ العقیدہ علماء سے مختلف فیہ نتیجہ پر پہنچا۔ان میں سے بعض ارباب عقل وخرد نے اسلاف کی روش سے ہٹ کر ان تنقیدات کو پرکھا۔انہوں نے جدید سائنسی آراء کی روشنی میں مابعد الطبعیات اور بعض غیر حسی معاملات کا ثبوت ڈھونڈنا چاہا۔نیز سترھویں، اٹھارویں صدی عیسوی میں پروان چڑھے مغربی علم الکلام پر مبنی نقدِ قرآن کا مُطلق عقل کی روشنی میں جواب تلاش کرنے کی کوشش کی تو قدیم تفسیری ادب میں کی گئی کلامی مباحث کو ان تنقیدات کے مقابل ہیچ محسوس کیا۔جس کا ایجابی اثر دور از کار تاویلات، تشکیک زدہ تشریحات یا پھر بعض دینی مسلّمات سے ہی انکار کی شکل میں سامنے آیا۔یہ اثرات یکساں نہیں بلکہ نتائج کے اعتبار سے ان کی تاثیر فرداً فرداً مختلف ہیں۔مثلاً آغاز اسلام سے ہی امت محمدیہ کا عقیدہ ہے کہ ''قرآن مجید کلام رسول نہیں کلام الٰہی ہے''۔مشنریز و مستشرقین کی تنقید کے نتیجہ میں بعض لوگوں نے اپنا نظریہ قرآن ہی تبدیل کرتے ہوئے فکری نیازِ جبین ان کی چوکھٹ پر جھکا دی اور اپنی محدود عقلی استطاعت کی روشنی میں مغربی نقد سے متاثر ہو کر قرآن

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کو کلام الٰہی کی بجائے ''کلام رسول'' قرار دے دیا۔ یہ دراصل برصغیر میں تبشیری حلقہ کے سرخیل جرمن نژاد پادری سی جی فانڈر صاحب (۱۸۶۵ء) کی طرف سے مسلمانوں کو دیئے گئے درج ذیل مشورہ کا براہ راست نتیجہ تھا کہ؛

> اگر اہل اسلام یوں کہنے پر راضی ہوں کہ قرآن کو حضرت محمد صاحب نے الہام سے خود تصنیف کیا اور جبرائیل نے ان کو نہیں لکھوایا تو ان کی دلیل زیادہ مضبوط ہو۔(۵)۔

مسیحی مصنف کو بخوبی ادراک تھا کہ مسلمان اسلامی وحی کو مسیحی تصور الہام سے بہت مختلف اور انسانی خیالات کے آمیزش سے پاک ہونے کی بنا پر بلند تر گردانتے ہیں۔ چنانچہ مسلم نظریہ وحی اور مسیحی تصور الہام (کہ جس میں انسانی خیالات کی آمیزش کا اقرار کیا جاتا ہے(۶)) کو ایک ہی سطح پر لانے کے لیے اس مشورہ سے نوازا گیا۔ ایک مسلم گروہ پس پردہ اس مقصد کو نہ بھانپ سکا اور یہ حضرات پادری صاحب کے دام تزویر میں بآسانی پھنس گئے۔ اگرچہ یہ مشورہ تو انیسویں صدی کے نصف میں دیا گیا تھا لیکن اس کا اثر تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) یا اس کے بعد بھی نظر آتا ہے۔ ان میں سے متاخرین میں سے نمایاں ترین نام جناب نیاز فتح پوری صاحب (مئی ۱۹۶۶ء) کا ہے۔ انہوں نے ''قرآن الہامی کتاب کی بجائے ایک انسانی کاوش'' کے دعویٰ پر مبنی سینٹ کلیئر ٹسڈل کی معروف کتاب "Sources of Quran" کا ترجمہ ''ماخذ القرآن'' کے عنوان سے اپنی زیر ادارت شائع ہونے والے رسالہ ''نگار'' میں ۱۹۴۵ء میں اردو قارئین کے لیے شائع کیا(۷)۔ دیگر افراد کی بہ نسبت نیاز صاحب نے بغیر لفظی الجھاؤ کے بہانگ دہل، اپنا نظریہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> کلام مجید کو میں نہ کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی، بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں اور اس مسئلہ پر اس سے قبل کئی مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔(۸)

نیاز صاحب کے ہم خیال دوسرے لوگ اتنی جرأت سے علی الاعلان یہ دعویٰ نہیں کر سکے۔ یہاں ایک اور امر کی طرف اشارہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ اس سوچ سے صرف نظر کرتے ہوئے عموماً مشنریز اور مستشرقین کے اثرات میں سب سے اہم ''انکار حدیث'' کو ہی شمار کیا جاتا ہے۔ منکرین حدیث پر اغیار کی تاثیر کو ذیل کے اقتباس میں بخوبی واضح کیا گیا ہے:

> ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی تسلط نے جب حکومتی رنگ اختیار کیا تو مسلمانان برصغیر نے جنگ آزادی کے میدان میں آخری مذبوحی حرکات کا مظاہرہ کیا، لیکن ناکام رہے۔ میدان جنگ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کی شکست نے ذہنی مرعوبیت کی راہ دکھلائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مستشرقین نے اپنے خاص مقاصد کی خاطر جو علمی تحاریک شروع کی تھیں، ان کے پس منظر، پیش منظر کا تنقیدی جائزہ لیے بغیر بعض افراد (منکرین حدیث) نے انہیں قبول کرلیا اور پھر ان کے اُگلے ہوئے نوالے نئی فکر، نئی تحقیق، نئی علمی کاوش اور قومی خدمت کے نام سے پیش کرنے شروع کر دیے۔ انہی میں سے شاخت اور گولڈزیہر وغیرہ کے یہ فکری شاخسانے تھے جن کو ایسے ذہنی مریضوں نے اپنی فکری پرواز اور علمی اڑان کے لیے سہارا بنالیا۔ حالانکہ یہ ذہنی مرعوبیت کے شاہکار ہونے کے علاوہ کوئی نئی علمی فکری کاوش نہ تھی۔ (۹)

اس گروہ کا تحلیلی تجزیہ کیا جائے تو غیر متصلبانہ ایمان، تعقل پرستی، جدیدیت کا خبط، حریت فکر کا شاخسانہ، راسخ العقیدگی کا ردعمل، مغربی تنقید کی نفوذ پذیری، علمی احساس کہتری، فکری مرعوبیت، ذہنی مغلوبیت، نفسانی خواہشات، احکامات پر عمل اور پابندی سے فرار جیسے کئی عوامل سامنے آتے ہیں۔ جن کی جھلک بآسانی اس فریق کی کاوشوں میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔

بعض افراد نے نیاز صاحب کی طرح قرآن مجید کو کلام الٰہی کی بجائے کلام رسول تو قرار نہ دیا لیکن مغربی تنقید کے نتیجہ میں کلام اللہ کی نبوی تفسیر وتشریح سے اخذ کرنے میں پس وپیش کا مظاہرہ کیا اور بعض مسلمہ اعتقادات ونظریات کو اپنی عقل کی روشنی میں کردہ تاویلات کا لبادہ اوڑھانے کی کوشش کی۔ اس کا آغاز سر سید احمد خاں (۱۸۹۸ء) سے ہوتا ہے۔ وہ وحی اور نبوت کی ایسی توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ اس میں استشراقی تاثیر بالبداہت نظر آتی ہے۔ وہ وحی کو نبی کی داخلی کیفیت اور فطری ملکہ ٹھہرا کر قرآنی الفاظ کو تو خدائی مانتے ہیں لیکن جبرائیل کے توسط سے الہام کے انکاری ہیں سرسید ''تحریر فی اصول التفسیر'' میں واضح کرتے ہیں کہ

> یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن الٰہی ہے'' اور'' یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید کلام کہ قرآن مجید بلفظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر نازل ہوا ہے یا وحی کیا گیا۔ خواہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ جبریل فرشتہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا جیسا کہ مذہب عام علمائے اسلام کا ہے یا ملکہ نبوت نے جو روح الامین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر القاء کیا ہے جیسا کہ میرا خاص مذہب ہے زجبریل امین قرآں بہ پیغامے نمی خواہم ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم اور ان دونوں صورتوں کا نتیجہ متحد ہے اور اس لئے اس پر کوئی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱۰)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

سرسید کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کے راسخ العقیدگی سے مطلق تعقلیت پرستی کے سفر پر بھرپور مسیحی پروپیگنڈہ کی تاثیر بھی تھی (۱۱)۔

سید احمد خاں نے ۵ ذوالحجۃ ۱۲۳۲ھ/ ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی کے ایک نجیب الطرفین، مشرقی روایات کے حامل متدیّن اور ذی وجاہت گھرانے میں آنکھ کھولی۔ مذہب کی گود میں ہوش سنبھالنے اور خالص مشرقی انداز میں پرورش پانے والے سید احمد خاں نے انگریز حکومت کی ملازمت، جدید مغربی علوم وتہذیب کی اشاعت وترویج اور ان کے حصول میں مسلمانان ہند کی بقا کے لیے پُرخلوص وان تھک کاوشوں کے بعد ایک متنازع مصلح کا مقام حاصل کرتے ہوئے، ذیقعدۃ ۱۳۱۵ھ/ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہا (۱۲)۔

"عقیدہ حجاز سے لو اور علم وتہذیب وتمدن مغرب/فرنگ سے" کے داعی سرسید کے نظریات سے کلی اتفاق نہ کرتے ہوئے بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے سیاست، اخلاقیات اور تعلیم کے میدان میں نہایت اہم انقلابی اقدامات نے ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان میں علی گڑھ کالج (قیام ۱۸۵۷ء)، سائنٹیفک سوسائٹی (قیام ۱۸۶۳ء)، تہذیب الاخلاق (اجراء ۱۸۷۰ء)، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (قیام ۱۸۸۶ء) اور ان کی مذہبی، سیاسی واخلاقی تحریروں شامل ہیں۔ آپ کے شخصی اوصاف، قائدانہ صلاحیتوں اور مُصلح کے حوالے سے کہا گیا ہے:

> جو اوصاف وفضائل ومحاسن ایک ریفارمر، ایک لیڈر اور ایک مصلح قوم میں ہونے چاہیں وہ قدرت نے نہایت فیاضی کے ساتھ سرسید کو عطا کئے تھے۔ اولوالعزمی و بلند حوصلگی، ہمت و جرات، بہادری وشجاع، مستقل مزاجی وخود اعتمادی، دلیری و بے خوفی، سچائی وراست بازی، ہمدردی ومحبت، غیرت وحمیت، عقل وفہم، دانائی ودوراندیشی، تدبیر وتدبر، انتظام وقابلیت، خوش اخلاقی ملنساری،، وقار ومتانت، رعب داب اثر ورسوخ، قدردانی وحوصلہ افزائی، محنت و جفاکشی، فراخ حوصلگی وعالی ہمتی، رواداری و بے تعصبی واخلاق حسنہ جن کا ایک لیڈر میں پایا جانا ضروری ہے وہ سب کے سب سرسید کے وجود میں پورے طور پر پائے جاتے تھے۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ سرسید پیدائشی لیڈر تھے یا خلاق مطلق نے ان کو لیڈری ہی کے لیے پیدا کیا تھا تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ (۱۳)

یہاں پر سرسید کے مقام ومرتبہ، ملی خدمات، سیاسی ومذہبی نظریات سے قطع نظر مسیحیت کے بارے ان مباحث کا جائزہ لیا جانا مقصود ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر القرآن الکریم میں کی ہیں۔ لیکن اس سے قبل سرسید

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کے مطالعہ مسیحیت کے ذہنی رجحان کی طرف اشارہ کرنا ضروری تصور کیا جاتا ہے۔

سرسید کا دور برصغیر میں مشنری سرگرمیوں اور مسلم بحث مباحثے کے حوالے سے مسلم مسیحی مناظراتی دور کا عہد شباب تھا۔ جس میں طرفین کی تغلیط و تنکیر ہی نظر آتی ہے۔ لیکن سرسید کے فکر و شعور کا محور یہ تھا کہ حق تمام الہامی مذاہب میں دائر ہے۔ وہ اسلام اور دیگر الہامی مذاہب بالخصوص عیسائی اور یہودیوں کے درمیان توافق و اتحاد کی تلاش و اثبات کے داعی تھے اسے مذہبی بنیادیں دینے کے لیے انہوں نے بائبل کی جزوی تفسیر ''تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ و الانجیل علی ملۃ الاسلام'' (۱۴) لکھی جو مروجہ بائبل کی واحد مسلم اردو تفسیر ہے۔ سرسید تبیین الکلام کے بارے جان آرنلڈ کو لکھتے ہیں:

.....عیسائی بھی میری تفسیر سے خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ جس طرح میں انجیل کی تعلیم کو صحیح اور درست سمجھتا ہوں اسی طرح تثلیث کے مسئلہ کا قائل نہیں ہوں اس لیے کہ میں انجیل میں اس مسئلہ کی تائید یا وجود نہیں پاتا ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ مذہب اسلام صحیح ہے اور اس کی صحت اور وجود دونوں انجیل سے ثابت ہیں۔ اس لیے مجھے کچھ پروا نہیں کہ میں کسی گروہ کے خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی خوش کروں، میں حق پر ہوں اور اس خدا کو خوش کرنا چاہتا ہوں جس کے روبرو سب کو ایک دن جانا ہے۔ البتہ میری یہ خواہش رہی ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں محبت پیدا ہو کیونکہ قرآن مجید کے موافق اگر کوئی فرقہ ہمارا دوست ہو سکتا ہے تو وہ عیسائی ہیں۔ (۱۵)

سرسید نے اس میں خصوصاً مسلم اور مسیحی عقائد کی مماثلت دکھاتے ہوئے ان کی فکری قربت اور مذہبی ہم آہنگی کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے۔ ''تبیین الکلام'' میں وہ عموماً اپنی فکر کے مطابق اہل کتاب کی روایت اور قرآن کے مابین تطبیق دیتے ہوئے بائبل کی تفسیر کرتے ہیں مثلاً متی ۱ :۱۸ (یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی (ماں) مریم یوسف سے منسوب ہوئی اس سے قبل کہ وہ ہم بستر ہو وہ روح قدس سے حاملہ پائی گئی) کی تفسیر کرتے ہیں:

کتاب استثناء سے پایا جاتا ہے کہ یہودیوں میں رسم پائی جاتی تھی کہ پہلے منگنی کیا کرتے تھے کسی عورت بنی اسرائیل کی شادی نہ ہوتی تھی جب تک کہ چند روز پیشتر اقرار منگنی کا نہ ہو لیا ہو (۱۶) اسی رسم کی موافق حضرت مریم کی منگنی یوسف سے ہوئی تھی۔ اگرچہ ہماری کتابوں میں اس منگنی کا ہونا نہ ہونا کچھ مذکور نہیں مگر یہ بات قرآن مجید میں تصریح ثابت ہے کہ جب حضرت مریم کو روح القدس سے بشارت ہوئی وہ مرد سے واقف نہ تھیں اور کسی مرد نے حضرت مریم کو چھوا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نہیں تھا۔ سورۃ آل عمران قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ .....(آل عمران ۳:۴۷)(۱۷)

لیکن تبیین الکلام کے بعد ۱۸۸۷ء میں شائع ہونے والی ''خطبات احمدیہ'' میں تطبیق کی بجائے الزامی اسلوب سامنے آیا ہے۔

قرآن مجید جناب پیغمبر خدا پر حضرت موسیٰ کی طرح پتھر کی تختیوں پر کھدا ہوا نازل نہیں ہوا تھا۔ اور نہ اس بات کی ضرورت پڑی تھی کہ ان کے ٹوٹ جانے کے سبب اس کے ضائع ہونے کا خوف ہوا ہو۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے لیے اس کی دوبارہ نقل پتھر کی تختیوں پر کھودنے کی ضرورت پڑی ہو۔ اس کے نزول کی نسبت کوئی امر عجائبات سے بھرا ہوا نہ تھا کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل سینا کا پہاڑ تھا اور مسلمانوں کے دل پتھر کی لوحیں تھیں (۱۸)۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بعد میں لکھی گئی تفسیر القرآن میں سرسید ''خطبات احمدیہ'' کے مخاطب مسیحی مصنف سر ولیم میور کا قول اپنی تائید میں بطور استشہاد نقل بھی کرتے ہیں:

سر ولیم میور صاحب بھی اپنی کتاب مسمی لیف آف محمد (Life of Mehmat)) میں تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا میں غالباً کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جس کی عبارت بارہ سو ۱۲۰۰ برس تک ایسی خالص رہی ہو (۱۹)۔

یہ سوچ ان کی بعد کی تحریروں میں نمایاں رہی۔

سرسید نے تفسیر القرآن الکریم کس پس منظر میں لکھی، اس کے متعلق محمد رضی الاسلام بیان کرتے ہیں:

ملک کی باگ دوڑ انگریزوں کے ہاتھوں میں چلے جانے کے بعد ان کی سرپرستی میں عیسائی مشنریاں بہت زیادہ سرگرم ہوگئیں اور عیسائیت کی تبلیغ کے لیے پیہم کوشش کرنے لگیں۔ اسلام ان کی راہ میں مزاحم بنتا تھا اس لیے انھوں نے اسلامی عقائد، مصادر اور اساسیات پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اور عیسائی پادری مسلم علماء کو مناظروں کا چیلنج دینے لگے.....ان نازک حالات میں سرسید کی غیرت وحمیت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے سرگرم ہوں انہوں نے منصوبہ بنایا کہ ایک طرف دشمنان اسلام کے حملوں کا جواب دیا جائے تو دوسری طرف اسلامی عقائد واساسیات پر مسلم عوام اور خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا ایمان بحال کیا جائے (۲۰)۔ (جس کے ارتداد کا بہت زیادہ خطرہ پیدا ہو چلا تھا)۔ تفسیر قرآن کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تالیف ان کے اسی منصوبہ کا ایک حصہ تھا۔اس کے ذریعے وہ عیسائی پادریوں اور دیگر معترضین کے ان اعتراضات کا جواب دینا چاہتے تھے جو وہ قرآن میں مذکور بعض واقعات اور اس کی تعلیمات پر کرتے تھے۔(۲۱)

اس تجزیہ کی تصویب مولانا الطاف حسین حالی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے:

میں ایسے متعدد نوجوانوں سے واقف ہوں جنہوں نے انگریزی تعلیم پانے کے زمانے میں مذہب کو بالکل خیرآباد کہہ دیا تھا اور بعضوں نے عیسائی ہونے کا ارادہ ٹھان لیا تھا، اور ایسے تو بے شمار تھے جن کا ایک قدم لامذہبی کی طرف اٹھتا تھا تو دوسرا قدم مذہب کی طرف سے پیچھے ہٹ جاتا تھا مگر جب سے سرسید مرحوم کی تحریریں شائع ہونی شروع ہوئیں اس وقت سے جہاں تک ہم کو معلوم ہے یہ رخنہ تقریباً بالکل بند ہو گیا ہے۔بعض مسلمان نوجوانوں نے اخباروں میں بذریعہ تحریر کے اور بعضوں نے پبلک لیکچروں میں اور بعضوں نے اپنے دوستوں سے زبانی بیان کیا کہ :اگر سید صاحب کی تحریریں ہماری نظر سے نہ گذرتیں تو ہم اسلام سے منحرف ہو جاتے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہی مقصد سرسید کا تفسیر القرآن لکھنے سے تھا۔(۲۲)

تعقلیت کے خوگر اور مذہب کو مشرب بہ نیچر کرنے والے، سرسید نے معترضین اور متشککین کیلیے اپنے رسالہ ''تہذیب الاخلاق''، علی گڑھ، میں قرآنی آیات اور قوانین فطرت کی موافقت پر مبنی بلا ترتیب متفرق آیات کی تفسیر لکھنا شروع کی۔یکم رمضان ۱۲۹۳ھ کو پہلی بار تہذیب الاخلاق بند ہوا تو آپ نے ۱۸۷۷ء کے آس پاس ترتیب وار تفسیر لکھنے کا آغاز کیا۔سورۃ بنی اسرائیل تک ڈیوٹی بک ڈپو(علی گڑھ کالج کی ڈیوٹی سوسائٹی کے مکتبہ) کی طرف سے اس کی سات جلدوں کی اشاعت ۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۴ء کے دوران ہوئی۔ ابتدائی چھ جلدیں ان کی حین حیات زیور طبع سے آراستہ ہوئیں۔ساتویں جلد کا مسودہ ان کی وفات کے بعد کاغذات سے ملا تھا(۲۳)۔

تفسیر کا طریق کار یہ تھا کہ پہلے سورۃ کا متن، نیچے ترجمہ لکھا جاتا اور پھر تفسیر بیان کی جاتی۔تحریری اصول التفسیر، جسے مقدمہ تفسیر کہا جاسکتا ہے، میں پندرہ اصول تفسیر بیان کیے گئے ہیں۔تمام تفسیر اس اصول کی روشنی میں کی گئی ہے کہ:

کلام الہیٰ Word of God اور فعل الہیٰ Work of God ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔فطرت Nature فعل الہیٰ ہے اور قرآن مجید کلام الہیٰ Word of God

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

چنانچہ فطرت اور کلام الہیٰ ایک دوسرے سے قطعی ہم آہنگ ہیں۔

دراصل سرسید کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں جتنی کتابیں الہامی مانی جاتی ہیں ان میں صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں نہ کوئی چیز حقائق موجودات کے خلاف ہے اور نہ تمدن اور حسن معاشرت کی مانع (۲۴)۔

سرسید کا عہد برصغیر کے مسلمانوں کے بہت پرآشوب اور فکری، سیاسی اور تہذیبی انحطاط کا دور تھا جب کہ مغرب علمی و تہذیبی سیادت کی امامت کا داعی تھا۔ عقل پرستی اور سائنسی انکشافات کی روشنی میں یہ باور کروایا جانے لگا تھا کہ قرآن اس دور کے تقاضے نبھانے سے قاصر ہے۔ چونکہ سائنسی علمی ترقی اور سیاسی تفوق ہر دولحاظ سے اس دور کے سرخیل مسیحی تھے، اس لیے سائنسی انکشافات کی روشنی میں سابقہ تفسیری آراء پر اعتراضات کو عملاً مسیحی حملہ ہی متصور کیا جانے لگا۔ ان اعتراضات کا دفاع ایک حساس امر تھا۔ اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ عصری سائنسی انکشافات کے بارے مسلمانوں کا اطلاعاتی ذریعہ، ثانوی اور کسی حد تک اس وقت کے سیاسی کارپردازوں کا مرہون منت تھا جنہیں برصغیر میں مغربی عینک سے ہی پیش کیا جاتا۔ نتیجتاً علمی پسماندگی کے شکار مسلمان انہیں خود پرکھ کر قبول یا رد کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اس کا اثر یہاں کے تفسیری ادب پر بھی پڑا، جس کی مثال سرسید کی تفسیر قرآن ہے۔ سرسید نے شعوری طور اس تفسیر میں یہ ثابت کرنے کا خصوصی اہتمام کیا کہ مغرب میں نئے نئے سائنسی انکشافات کی روشنی میں کردہ تنقید اور مسلم سیاسی مغلوبیت کے باوجود قرآن اب بھی مسلمانوں کی فکری رہنمائی کی خصوصی اور بنی نوع انسان کی عمومی رہنمائی کی حامل کتاب ہے۔ لیکن دفاع قرآن کے جذبہ سے سرشار سرسید کا المیہ یہ تھا کہ انہوں نے اپنے دور میں ہونے والی نامکمل سائنسی تحقیق کو حتمی تصور کرلیا۔ چنانچہ سرسید کی تفسیری کاوشیں اپنی تشریحی، تعبیری اور تاویلی لحاظ سے علماء میں ہدف تنقید، جب کہ پُرجوش مسلمانوں میں اضطراری کیفیت کا باعث بن گئیں۔

معروف نقاد ضیاء الدین لاہوری سرسید کے عقائد کو یوں دیکھتے ہیں:

> جدید تعلیم کی اشاعت، زبان و ادب کی ترقی، صحافت کے ذوق کی تعمیر، تحقیق و تدوین اور تالیف و تراجم کی تحریک میں سرسید کی خدمات کا انکار ممکن نہیں۔ بلکہ ہم ان کا شاندار الفاظ میں اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں دینی بے راہروی کی اگر علمی بنیادیں تلاش کریں تو وہ سرسید کی تفسیر، تہذیب الاخلاق کے مقالات، مذہبی مسائل و معتقدات کے بارے میں ان کے اسلوب اور افکار میں تلاش کرنی چاہئیں۔ سرسید نے بعض مذہبی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

معتقدات کے لیے تاویل ہی کا طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ انکار و تمسخر کی روش کو اپنایا ہے۔ انہوں نے اسلامی معتقدات کی سر بفلک عمارت کو ڈھایا ہی نہیں، اس کی تباہی پر قہقہے بھی لگائے اور اس کی شان و رفعت کا مذاق بھی اڑایا۔ میں یہاں ان کی تفسیر سے صرف ایک اقتباس پیش کروں گا۔ جنت کی حقیقت کے بارے لکھتے ہیں: ''یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں، باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں، دودھ و شراب کی ندیاں بہہ رہی ہیں، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے۔ ساقی و ساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے، جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں، شراب پلا رہی ہیں۔ ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے۔۔۔ کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونے میں کچھ، ایسا بے ہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

اس عبارت کو ایک بار نہیں بار بار پڑھیے اور غور کیجئے، کیا یہ ایک اسلامی اور مبنی بر نص قرآنی عقیدے کی حکیمانہ تفسیر اور محض تاویل ہے یا انکار و تمسخر؟ کیا اسے پڑھنے کے بعد سرسید کا کوئی معتقد اسلامی عقائد پر قائم و استوار رہ سکتا تھا اور رہا؟ حیرت ہوتی ہے کہ سرسید سا عقل پرست اور وہ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے علم الکلام کے ایک نئے مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی، فہم و بصیرت اور حکمت سے دور ایسی باتیں کرتا ہے جنت کا از خود ہی ایک نقشہ کھینچتا ہے، پھر اس پر بے ہودہ پن کی پھبتی کستا ہے اور پھر اپنے خرابات سے اس کا موازنہ کر کے انہیں جنت سے ہزار درجہ اچھا بتاتا ہے۔ **یا للعجب** (۲۵)

مزید لکھتے ہیں:

سرسید کے عقائد صحیح تھے یا غلط؟ دیوبند، بریلی، اہل حدیث وغیرہ کسی مسلک کے عالم دین کی بات نہ مانیے، اگرچہ دین کے معاملے میں بات ان ہی کی ماننی چاہیے۔ ان کے سب سے بڑے مخالف امداد العلی اور علی بخش خاں تھے۔ ان کی بات بھی نہ مانیے، ان کے معتقدین و مخلصین کے افکار پر نظر ڈال لیجیے۔ جنہیں نہ آج تک کسی نے قل اعوذ یے کہا ہے نہ ان کے فکر و عمل پر ملائیت کی کبھی پھبتی کسی گئی۔ میرا اشارہ محسن الملک، حالی، اور ڈپٹی نذیر احمد کی طرف ہے، محسن الملک کو سرسید سے بایں ہمہ اخلاص و عقیدت بہت سے مسائل میں اختلاف کرنا پڑا۔ اور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

انہیں مسلمانوں میں ''چھپا پادری'' قرار دیا۔ حالی کو بھی سرسید سے تعلق وارادت کے باوجود یہ اعتراف کرنا پڑا کہ سرسید نے تفسیر میں جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں"۔ اور بعض مقامات پر ان سے نہایت رکیک لغزشیں ہوئی ہیں۔ اور نذیر احمد نے تو ان کی متعدد خدمات کے اعتراف کے باوجود یہاں تک لکھ دیا کہ، "جو معانی سید احمد خاں نے منطوق آیات قرآنی سے اپنے پندار میں استنباط کیے میرے نزدیک زبردستی مڑھے اور چپکائے، قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کرنا سہل ہے اور ان معانی کا ماننا مشکل۔ یہ وہ معانی ہین جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا، نہ جبرئیل حامل وحی کا، نہ رسول خدا کا، نہ قرآن کے کاتب و مدون کا، نہ اصحاب کا،، نہ تابعین کا، نہ تبع تابعین کا، نہ جمہور مسلمین کا'' سرسید کی تفسیر کے بارے میں ان کا مجموعی تاثر یہ تھا کہ سرسید کی تفسیر دیوان حافظ کی ان شروح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے چوٹڑوں سے کان گانٹھ کر سارے دیوان کو کتاب تصوف بنا دیا۔(۲۶)

یہ نقد دراصل سرسید کی اس سوچ کا ردعمل ہے جس میں انہوں نے مستشرقین اور مسیحی مبشرین کے قرآن واسلام پر کردہ اعتراضات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآنی آیات کی تفسیر میں ان کے بعض دعاوی کو قبول کر لیا یا بعض قرآنی مقامات، خصوصاً مابعد الطبعیات امور، کی حسی اور مادی تاویل کرنے کی کوشش کی کہ اشکالات باقی نہ رہیں۔ لیکن اشکال دور کرنے کی اس کوشش میں وہ دینی مسلّمات اور قرآنی تعلیمات کی اصل روح سے بھی دور جا نکلے۔ اس بناء ان کی دفاع اسلام کے جذبہ سے کی جانے والی ان کی کاوش کو بنظر استحسان نہیں دیکھا جا سکا اور مسلم علماء نے سلف صالحین کی راہ سے ہٹے ہوئے اس منہج کی نفی کرتے ہوئے ان کے افکار کو شدید ہدف تنقید بنایا۔

اس رائے میں شاید اختلاف کی گنجائش کم ہے کہ سرسید دراصل مستشرقین، مشنریز وعقلیت زدہ طبقہ کے سامنے اسلام کی نقائص سے پاک تصویر پیش کرنا چاہتے تھے۔ آپ کی متنازعہ تفسیری آراء میں غالباً یہ سوچ کارفرما تھی کہ نقد وتشکیک زدہ امور کی توضیح وتصحیح پر زور دینے کی بجائے ان امور سے دست برداری میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ بحیثیت مجموعی دین اسلام کے اصولی مسلمات باقی رہتے ہوں۔ انہوں نے اس اصول کو اپنا تو لیا مگر اس کا پاس نہ کر سکے اور دینی مسلمات کا ہی انکار کر بیٹھے۔ مثلاً معجزات کی عدم موجودگی میں بھی اسلام بحیثیت دین اپنی تعلیمات کی حقانیت کے بل بوتے انسانیت کی رہنمائی کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے اور اس سے دین اسلام میں نقص وارد نہیں آتا۔ لیکن اگر مروجہ مسیحیت سے معجزات کا باب نکال دیا جائے تو کلیسیا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی۔ شاید لاشعوری طور پر سرسید کے ذہن میں عیسائیت کا یہ پہلو ہو کہ اکثر مسیحی مذہبی دعوؤں کی تمام تر بنیاد معجزات مسیح پر ہے جب کہ اسلام اپنی صداقت کے لیے معجزات کا محتاج نہیں۔ چنانچہ معترضین کے جواب میں اگر معجزات کا ہی انکار کر دیا جائے تو قرآن سے ایک اعتراض کم ہو جائے گا۔ یوں وہ مسیحی مشنریز پر ان کہے الفاظ میں اسلام کی فوقیت پیش کرنا چاہتے ہوں۔ لیکن مطالعہ سرسید میں صرف یہی پہلو زیر بحث لایا جاتا ہے کہ وہ مابعد الطبیات کا انکار ماورائے عقل ہونے کی بنا پر کرتے تھے۔

اسی طرح انجیل میں مذکور بعض تصورات قرآن میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً فرشتے، جبرائیل، جہنم، جنت وغیرہ۔ قرآن میں مذکوران اصطلاحات کے مترادفات بائبلی ادب میں بھی موجود ہیں۔ معاد اور اس کے متعلقہ امور کا حسی تصور مسیحیت موجود ہے لیکن نشاۃ ثانیہ کے بعد مسیحی فضلاء نے ایسی اصطلاحات کی مادی تعبیر کی بجائے مجازی، استعاری، اشاراتی یا روحانی معانی مراد لینے شروع کر دیئے۔ برصغیر میں مسلم مسیحی کشمکش کا تفسیر پر براہ راست اثر سب سے پہلے سرسید کی تفسیر میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جنہوں نے ان قرآنی اصطلاحات کے حسی کی بجائے استعاری یا روحانی معانی مراد لئے ہیں۔ سرسید نے جمہور مفسرین کی آراء وتعبیرات سے ہٹ کر ابلیس و جنات کے خارجی وجود اور معجزات و کرامات کا انکار کیا (۲۷) اور بعض مسلّمات مثلاً حشر نشر، حساب کتاب، جنت دوزخ کی حقیقت اور حوض کوثر کی تاویل مجاز، استعارہ وتمثیل کی شکل میں کی نیز نبوت، وحی ونزول وحی، اعجاز القرآن، مسئلہ جبر وقدر، خیر وشر، جہاد وغزوات، کفار سے دوستی اور تعدّد ازدواج (۲۸) وغیرہ پر اس انداز میں بحث وتحقیق کا اسلوب اختیار کیا کہ اس دور کے عقلیت پرست گروہ بالخصوص مغربی مستشرقین کی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہو سکے۔ اسے اعتزال جدید سے موسوم کیا گیا۔ (۲۹)

اس تفسیر پر مختلف مسلم حلقوں کی طرف سے سخت تنقید ومخالفت یہاں تک کہ تکفیر بھی کی گئی۔ (۳۰) سرسید پر تنقید میں شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک شخص نے سرسید کو اس مضمون کا خط لکھا کہ ''میں بہت کثیر العیال ہوں اور معاش کی طرف سے تنگ رہتا ہوں۔ آپ کسی ریاست یا سرکار انگریزی میں میری نوکری کے لیے سفارش کر دیجیے، میں نے انگریزی کی تعلیم تو نہیں پائی مگر عربی کتب درسیہ پڑھی ہیں جو کام آپ میرے لائق سمجھیں اس کے واسطے سفارش کر دیں'' سرسید نے ان کو لکھ بھیجا کہ میری عادت کسی کی سفارش کرنے کی نہیں اور وجہ معاش کی تدبیر میرے نزدیک اس سے بہتر نہیں ہے کہ آپ میری تفسیر کا رد لکھ کر چھپوائیں خدا چاہے تو خوب بکے گی اور آپ کو تنگی معاش کی شکایت نہیں رہے گی'' (۳۱)۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ سرسید پر نقد اور ان کی تکفیر کا احساس ان کی تصنیف ''تبیین الکلام'' کے بعد ہی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہو گیا تھا معروف مستشرق گارساں دتاسی سرسید کی بائبل کی تفسیر ''تبیین الکلام'' کے حوالے سے لکھتا ہے:

مصنف ایک مسلمان ہے اور قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسیحی اور اسلام میں میل پیدا کرے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ غالباً اس کے ہم مذہب لوگ اس کی رواداری کی باتوں کو بُری نظر سے دیکھیں گے اور دوسری جانب عیسائی لوگ غالباً کبھی اس کی صداقت کو تسلیم نہیں کریں گے کہ قرآن بھی ایک آسمانی کتاب ہے۔ مسلمان کفر کے فتوی دیں گے اور عیسائی مصنفین سید احمد کے علمی اور صلح پسندانہ خیالات کے ساتھ اتفاق کرنے سے انکار کریں گے۔(۳۲)

بلا شبہ ان معترضہ مقامات و مسلّمات کی تشریح و تعبیر میں سرسید نے مفسرین کرام اور محققین اسلام کے اجتماعی شعور و عقل کے مقابل ذاتی فہم و عقل کو ترجیح دی اور اجماع کے مقابلے میں تفرد کو اصول بنا گئے(۳۳)۔ اسی بنا پر اس تفسیر کے متعلق یہ بھی کہا گیا کہ

''**تفسیر القول بما لا یرضی به قائله**''(قول الٰہی کی ایسی تفسیر جس پر خود قائل (خدا) بھی راضی نہ ہو)(۳۴)

لیکن بقول حالی:

جو لوگ سرسید کی تفسیر کی نسبت کہتے ہیں کہ ''جو معنی قرآن کے انہوں نے لکھے ہیں نہ وہ خدا کو سوجھے نہ رسول کو'' سو شاید سرسید کی بعض تاویلات کی نسبت یہ کہنا صحیح ہو، مگر ان کی تمام تفسیر کی نسبت ایسا کہنا محض ستم ظریفی ہے۔(۳۵)

نیز:

اگرچہ سرسید نے اس تفسیر میں جا بجا ٹھوکریں کھائیں ہیں اور بعض مقامات پر ان سے رکیک لغزشیں ہوئی ہیں۔ بایں ہمہ اس تفسیر کو ہم ان کی مذہبی خدمات میں سے ایک نہایت جلیل القدر خدمت سمجھتے ہیں۔(۳۶)

متقدم مفسرین کے ہاں تفسیر قرآن میں بائبل کے حوالے تو نقل کرنے کا رجحان موجود ہے لیکن بہت کم، وہ بھی استشہادی مگر غالب انتقادی رویے کے ساتھ۔ برصغیر میں سرسید غالباً پہلے مفسر ہیں جنہوں نے تفسیر قرآن میں بائبل کو بحیثیت ماخذ اپنایا۔ وہ قرآنی واقعات کی تشریح و تفصیل میں بائبل سے تائیدی استشہاد کرتے ہیں۔ انہوں نے قرآن و بائبل کے درمیان تطبیق بھی کی اور عدم مطابقت کی وجہ بھی بیان کی ان کی یہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

سوچ تفسیر قرآن سے قبل ۱۸۶۲ء میں لکھی جانے والی ان کی تفسیر بائبل میں پروان چڑھ چکی تھی۔

سرسید آغاز تفسیر القرآن میں ہی توریت سے استشہاد کرتے ہیں۔سورۃ فاتحہ کی وجہ تسمیہ میں رقم طراز ہیں:

> یہودیوں کا دستور تھا کہ توریت کی سورتوں کو یا اس کے شروع کے لفظ سے موسوم کرتے تھے یا جس معاملہ یا مطلب پر وہ سورت دلالت کرتی تھی اسی میں سے کوئی لفظ لے کر اس کا نام رکھ دیتے تھے مثلاً توریت کی پہلی سورت کے شروع میں لفظ ''براشیت'' آیا ہے۔اس کا نام انہوں نے ''سورۃ براشیت'' رکھا ہے۔اور دوسری سورت میں حضرت نوح کا قصہ ہے اس کا نام ''سورۃ نوح'' رکھا ہے۔اسی قاعدہ کے مطابق اہل اسلام نے بھی قرآن مجید کی سورتوں کے نام رکھے ہیں۔اس سورۃ کا نام جو سورۃ فاتحہ رکھا ہے اسی لحاظ سے رکھا گیا ہے کہ قرآن مجید اس سے شروع ہوتا ہے۔(۳۷)

برصغیر میں مسلم مسیحی کشمکش میں سب سے زیادہ قابل بحث موضوع "تحریف بائبل"(تحریف لفظی و تحریف معنوی) رہا ہے۔دیگر علماء کے برعکس سرسید مروجہ بائبل میں تحریف لفظی کے قائل نہیں ہیں جس کا اظہار وہ تفسیر میں بھی کرتے ہیں:

> توریت اور صحف انبیاء اور انجیل کے قلمی نسخے جواب دنیا میں موجود ہیں وہ آپس میں نہایت مختلف ہیں۔اگرچہ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف لفظی کی ہے۔(۳۸)

عدم تحریف لفظی کے اقرار کے ساتھ ساتھ سرسید بائبلی تعلیمات پر نقد کرتے ہیں مثلاً

> کوئی کتاب دنیا میں انجیل سے زیادہ انسان کو نرم مزاج اور بردبار اور متحمل کرنے والی اور اخلاق کو ایسی چمک سے کھلانے والی جس سے آنکھوں میں چکا چوند آجاوے،نہیں ہے.....انجیل میں لکھا ہے اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دے۔(۳۹) بلاشبہ یہ مسئلہ اخلاق کے خیال سے تو بڑا عمدہ معلوم ہوتا ہے،مگر (سوال یہ ہے کہ آیا) کسی زمانہ کے لوگوں نے اس پر عمل کیا ہے؟ اگر دنیا اس پر عمل کرے تو دنیا کا کیا حال ہو؟ اسی طرح آباد رہے،اور اسی طرح لوگوں کی جان و مال امن میں رہیں؟ نہایت دلچسپ جواب

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دیا جاتا ہے کہ جب سب کے سب ایسے ہی ہو جاویں تو دنیا سے شراٹھ جاوے مگر پوچھا جاتا ہے کہ کبھی ایسا ہوا ہے؟ یا کبھی ایسا ہوگا؟ یہ سب ناشدنی باتیں ہیں جو خیال میں شدنی قرار دے کر انسان خیالی اور جھوٹی خوشی حاصل کرتا ہے۔(۴۰)

بلکہ ان تعلیمات کی بنا پر مذہب عیسائیت پر ان الفاظ میں نقد کرتے ہیں:

عیسائی مذہب جس کی جڑ ایسی نیکی اور نرمی اور اخلاق میں لگائی گئی تھی وہ پھولا اور پھلا اور سرسبز و شاداب ہوا۔ اس کو چھوڑ دو کہ وہ کس سبب سے بڑھا اور سرسبز ہوا مگر دیکھو کہ اس نے کیا پھل پیدا کیا۔ ایک بھی نصیحت اس کی کام نہ آئی، اور خود مذہب نے جو خونریزی اور بے رحمی اور ناانصافی اور درندوں سے بھی زیادہ بدخصلت دکھلائی وہ شاید دنیا میں بے مثل ہوگی۔ اور جس نیکی میں اس کی جڑ لگائی گئی تھی اس نے کچھ پھل نہیں دیا کیونکہ قانون قدرت کے برخلاف لگائی گئی تھی۔(۴۱)

نقد مسیحیت میں سرسید کا لب ولہجہ اور الفاظ کی سختی ان علماء سے قطعاً مختلف اور کم نہیں، جو انہیں انگریز کا طرف دار گردانتے ہوئے کرسٹان (پادری) کہنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ دراصل عیسائیت کے شدید ناقد ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی طور پر سرسید مسیحی برطانوی حکومت کے طرف دار تھے، جس کی بنا پر انہیں ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

مسیحی معترضین کا ایک بڑا اعتراض یہ رہا ہے کہ قرآن کی واقعات بیان کرنے کی ترتیب درست نہیں۔ اس ضمن میں سرسید سورۃ بقرۃ آیت أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ (البقرۃ ۲:۲۴۳) کی تفسیر میں اس اعتراض کا رد بائبل کے اسلوب سے تقابل کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے مذکورہ قصہ کے بیان میں بائبل کے تضاد، اس کا تاریخی اعتبار سے الٹ پلٹ اور ناقص ہونا ظاہر کیا ہے۔ اور یہ بھی ثابت کیا کہ اس واقعہ کے بارے قرآنی بیان ہی درست ہے۔

عیسائی مؤرخ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں غلطی سے جدعون کے لشکر کے واقعہ کو طالوت کے لشکر کے واقعہ سے ملا دیا۔ ان اعتراضوں کے تسلیم کرنے کے لیے جو مخالفت کتاب شموئیل پر مبنی ہے ضرور ہے کہ کتاب شموئیل میں جو واقعات اور جو ترتیب ان واقعات کی ہے ان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے.....(پھر تفصیل سے واقعات کا جائزہ اور ان کے باہمی تضاد بیان کر

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کے لکھتے ہیں) اس اختلاف کے سبب خود عیسائی مؤرخوں کی یہ رائے ہے کہ کتاب شموئیل میں قصہ الٹ پلٹ ہو گیا ہے......انہی اختلاف کے سبب بعض عیسائی عالموں کی یہ رائے ہے کہ (کتاب شموئیل کا) سارے کا سارا سترھواں باب الحاقی و نامعتبر ہے......اگر درحقیقت ایسا ہی ہو کہ تین ہاتھوں نے ان کتابوں کو لکھا ہو تو واقعات کا الٹ پلٹ ہو جانا یا بعض واقعات کا تحریر سے رہ جانا ایک ایسا امر ہے جو آسانی سے خیال میں آ سکتا ہے۔ ہماری غرض اس بحث سے شموئیل کی کتابوں پر جرح وقدح کی نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات ثابت کرنی ہے کہ قرآن مجید پر اس وجہ سے کہ شموئیل کی کتابوں سے بیان میں مختلف ہے اعتراض نہیں ہو سکتا جب تک کہ اور طرح پر اس کی غلطی ثابت نکی جاوے۔(۴۲)

سورۃ الاعراف میں ''**اتخاذ عجل** '' کے عنوان سے صفحات پر مشتمل تفصیلی بحث کی ہے۔اس میں قرآن پر وارد مسیحی اعتراض اور اس کا جواب بھی دیا ہے۔

عیسائی علماء نے یہ بات چاہی ہے کہ قرآن مجید کی غلطی ثابت کریں مسٹر سلیڈن نے کہا کہ دراصل ہارون اور سامری ایک ہی شخص ہے نعوذ باللہ آنحضرت نے غلطی سے ان کو دو سمجھا ہے۔ سمر یا شمر عبری لفظ ہے اس کے معنی محافظ کے ہیں اور جب کہ موسیٰ پہاڑ پر گئے تھے تو ہارون بنی اسرائیل کے محافظ ہوئے تھے اس لیے وہی شامر تھے۔ مگر مسٹر سلیڈن کا یہ قیاس محض غلط ہے اس لیے کہ اگر یہ لفظ قرآن مجید میں اخذ کیا جاتا تو اس کے ساتھ (عربی گرائمر کی رو سے) یائے نسبت کسی طرح نہیں آ سکتی تھی۔ اور اگر وہ علم یعنی خاص شخص کا نام متصور ہوتا تو اس پر الف لام لازم نہیں آ سکتا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں یائے نسبت اور الف لام دونوں موجود ہیں یعنی "السامری " آیا ہے پس یہ دونوں خیال محض غلط ہیں۔(۴۳)

سرسید نے اس مقام پر تفصیلی بحث سے یہ ثابت کیا ہے کہ جس قوم یا قبیلہ سے تعلق رکھنے والے شخص نے یہ حرکت کی تھی وہ بعد ازاں یہودیوں میں سامری کے لقب سے موسوم ہوا۔ لہذا قرآن نے متداول اصطلاح السامری بالکل درست استعمال کی ہے۔ اپنے اثبات دعویٰ کے بعد وہ یوں گویا ہوتے ہیں:

جو لوگ کہ توریت کے اس کے ان مقامات کو جو قرآن مجید کے بیان کے مخالف ہیں قرآن مجید کی غلطی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو ایسی جرات کرنے سے پہلے توریت کے تمام مضامین مندرجہ کی صحت ثابت کرنی چاہیے اور ان کو اس بات کو نہیں بھولنا چاہیے کہ اب

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تک یہ بھی تحقیق نہیں ہوا ہے کہ موجودہ توریت کس نے لکھی اور کب لکھی گئی......پس یہ امر کہ کوئی واقعہ جو توریت کے برخلاف ہو وہ صحیح نہیں ہوسکتا، اس کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا۔(۴۴)

آیت "اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَه مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِه وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف ۷: ۱۵۷) کی تفسیر میں عہد نامہ قدیم وجدید میں مذکور بشارات محمد یہ نقل کی ہیں اور تفصیلی بحث کے لیے سورۃ الصّف کی آیت مبارکہ''وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ''(الصّف ۶۱: ۶) کا مقام تجویز کیا تھا لیکن اس کی تفسیر سے قبل ہی رحلت فرما گئے۔ ان کے اسلوب کے مدنظر کہا جاسکتا ہے کہ اس مقام پر رسالت محمد یہ پر بائبل کی پیشین گوئیوں اور ان کے تاریخی اثبات پر بہت وقیع علمی جواہر پارے قاری کے سامنے آتے۔ بہر حال سورۃ اعراف کی تفسیر میں منقول بشارات بھی تفہیم مضمون کے لیے بہت گراں مایہ ہیں(۴۵)

بعض دفعہ معترضین کے قول پر نقد کرتے ہیں۔ جیسے وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (البقرۃ ۲: ۵۵) کی تفسیر میں اس نظریہ کی تردید کی ہے کہ خود خدا کوہ سینا پر اترا تھا، بلکہ ان کے نزدیک اس وقت آتش فشاں پہاڑ پھٹا تھا۔ اس ضمن لکھتے ہیں:

> کینن اسٹینلی بہت بڑے پادری اور عیسائی مذہب کے پیشوا ہیں۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ درحقیقت خدا ہی (کوہ سینا پر) آگ کی صورت میں اترا تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنی تحریر میں اس پہاڑ کو آتش پہاڑ کہنے سے بہت بچایا ہے......کینن اسٹینلی کی یہی تاویل کہ وہ نشانیاں اس پہاڑ کی بناوٹ ہی کی ہیں صحیح نہیں ہوسکتی......پس ہم توریت کے الفاظ پر کہ''خدا وند درآتش براں نزول نمود"یقین نہیں لاسکتے گو کینن اسٹینلی کو یقین ہو۔(۴۶)

۱۸۳۴ء میں حضرموت یمن سے کچھ کتبے دریافت ہوئے ان کی تحقیقات کے بارے سرسید لکھتے ہیں

> ریورنڈ فاسٹر نے بڑے کتبے کے نیچے جو کتبہ ہے اس میں عک کا نام دیکھ کر اس کتبہ کا زمانہ قرار دینے پر توجہ دی......جب کہ ریورنڈ فاسٹر نے یہ تسلم کرلیا کہ یہ کتبے قوم عاد کے ہیں جس کا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قرآن مجید میں ذکر ہے.....انہوں (ریورنڈ فاسٹر) نے جوان کتبوں کو عاد کی قوم کے کتبے قرار دئے ہیں یہ محض غلطی ہے۔دوسرے یہ کہ جو زمانہ ان کتبوں کا ریورنڈ فاسٹر نے قرار دیا ہے وہ بھی غلط ہے۔(۴۷)

جلد ہفتم میں سورۃ الکہف کی تفسیر میں ص ۷ تا ۳۷ پر مشتمل عیسائی مذہب کے پیروکار اصحاب کہف والرقیم کے بارے مفصل بحث کی ہے اور مسلم تفسیری آراء کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اصحاب کہف کو سوتے رہنے کی بجائے مردہ گردانا ہے اور ان کے مردہ اجسام کے کے محفوظ رہنے کی سائنسی توجیہہ کرنے کی کوشش کی ہے۔بعض انگریزی کتابوں کے حوالے سے بتایا ہے کہ ان کی ہڈیاں ایک پتھر کے صندوق میں بند کر کے مارسیلیس کو بھیجی گئی تھیں اور سینٹ ویکٹر کے گرجا میں موجود ہیں(۴۸)۔اسی طرح یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین کے بارے ص ۸۷ سے ۱۱۰ پر مشتمل طویل بحث کی ہے جس میں یاجوج و ماجوج کو تاتاری ترک ، ذوالقرنین کو چینی شہنشاہ چی وانگ ٹی فغفور چین (۲۴۷ ق م) اور سدین کو دیوار چین گردانا ہے۔(۴۹) اس میں قدماء مسلم تفسیری آراء کی نفی تو کی ہے لیکن اپنی تحقیق کے مغربی یا مسیحی ماخذوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

گو سرسید نے قدیم صحف کی روشنی میں تفسیر لکھی لیکن کمزور اسرائیلی یا مسیحی روایات کو قبول نہیں کیا، چاہے وہ بائبل میں ہی مذکور ہوں۔اور ان روایات پر خود مغربی مسیحی فضلاء کے کردہ نقد سے استشہاد کیا ہے۔

اس اسلوب تفسیر نے عہد متذکرہ میں مطالعہ مسیحیت میں نئے رجحانات متعارف کروائے لیکن راسخ العقیدہ تفسیری آراء سے میل نہ کھانے والی سرسید کی تفسیری شذوذ کو مغربی نقد کے جواب میں تقریباً معذرت نامہ ہی گردانا جا سکتا ہے یعنی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک سیاسی غلام قوم کی رہنمائی میں عقلیت پسندی کے خوگر سرسید کی فکر جرأت مندانہ ہونے کی بجائے معذرت خواہانہ، مرعوبانہ اور تطبیقانہ زیادہ ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حوالہ جات وحواشی

۱۔ شاہ برطانیہ پروٹسٹنٹ سلسلہ کا سربراہ (Head of the Church of England) تسلیم کیا جاتا ہے اور آئینی طور پر اسے محافظ دین کے (Defender of Faith) کا خطاب دیا گیا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے مطابق "The title (Defender of faith) was as confirmed to Henry by parliament and still used by his successors on the English Thorne" (Encyclopaedia Britannica1970,Vol-7 , p171.)

۲۔ Thomas,P, Christians and Christianity in India and Pakistan1954 , p.162 - 166

۳۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: فینڈر، سی جی، پادری، میزان الحق، مرزا پور ۱۸۴۳ء

۴۔ ان کتب کی ایک فہرست ملاحظہ ہو: قاموس الکتب، جلد اول (مرتب: مفتی انتظام اللہ شہابی)، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۸۰۰ تا ۸۲۶ تحت عنوان ''ردمناظرہ نصاری''

۵۔ فانڈر، میزان الحق، ص ۳۴۶

۶۔ ایضاً، ص ۱۶۴

۷۔ ماہ نامہ ''نگار''، لکھنؤ، جنوری۔فروری ۱۹۴۵ء (خصوصی اشاعت) نیاز فتح پوری صاحب نے فروری ۱۹۲۲ء میں آگرہ سے ''نگار'' کا اجراء کیا تھا۔ جو پہلے لکھنؤ اور مئی ۱۹۶۶ء میں ان کی وفات کے بعد کراچی سے شائع ہونے لگا

۸۔ فتح پوری، نیاز، من ویزداں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۷

۹۔ خالد ظفر اللہ، اہل حدیث کی خدمات حدیث اور منکرین حدیث، ہفت روزہ ''اہل حدیث'' (خدمات اہل حدیث نمبر)، ج ۲۸، ش ۳۹، ۶۔۱۰ اکتوبر، ص ۲۱۳

۱۰۔ احمد خاں، سرسید، تفسیر القرآن الکریم، لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۱۹

۱۱۔ Birisik, Abdulhamit , Oryantalist misyonerler ve kuran,Istanbul 2004, p123

۱۲۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، حیات جاوید، لاہور ۲۰۰۷ء، ج ۱، ص ۸۷، ۳۳۳

۱۳۔ پانی پتی، محمد اسماعیل، شیخ، سرسید احمد خاں (شخصیات نمبر) (ماہ نامہ نقوش، لاہور، س ن) ج ۲، ص ۱۳۸۳

۱۴۔ احمد خاں، سرسید، تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ والانجیل علی ملۃ الاسلام، غازی پور، ۱۸۶۲ء

۱۵۔ حالی، حیات جاوید، ص ۱۷۳

۱۶۔ کتاب استثناء ۲۰ :۷

۱۷۔ سرسید، تبیین الکلام، حصہ سوم، ص ۳۷

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۸۔ سرسید، خطبات احمدیہ ، ص۳۶۱

۱۹۔ سرسید، تفسیر القرآن، ص۶۹

۲۰۔ تفسیر القرآن میں سرسید کے مخاطب یہی جدید تعلیم یافتہ طبقہ تھا۔ ایک دفعہ ایک عالم سرسید کے پاس آئے اور آپ کی تفسیر القرآن دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ سرسید نے ان سے کہا کہ آپ کو خدا کی وحدانیت اور رسول خدا کی رسالت پر تو ضرور یقین ہوگا؟ انہوں نے کہا: الحمدللہ پھر کہا آپ حشر نشر اور عذاب وثواب اور بہشت و دوزخ پر اور جو کچھ قرآن میں قیامت کی نسبت بیان ہوا ہے سب پر یقین رکھتے ہوں گے؟ انہوں نے کہا: الحمدللہ، سرسید نے کہا: بس تو میری تفسیر آپ کے لیے نہیں ہے وہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو مذکورہ بالا عقائد پر پختہ یقین نہیں رکھتے یا ان پر معترض یا ان میں متردد ہیں۔ (حالی، حیات جاوید، ج ۲ ،ص۴۰۸)

۲۱۔ صدیقی، یسین مظہر، ڈاکٹر، سرسید اور علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۱ء، ص۶۴

۲۲۔ شطاری، سید حمید، ڈاکٹر، قرآن مجید کے اردو تراجم اور تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ ۱۹۱۴ء تک، ایچ ای ایچ، دی نظامس اردو ٹرسٹ، حیدرآباد ۱۹۸۲ء، ص۴۲۵۔۴۲۶

۲۳۔ صدیقی، سرسید اور علوم اسلامیہ، ص۱۸۔۱۹ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور کے مقالہ نگار کو سہو ہوا ہے کہ ساتویں جلد سورۃ انبیاء کا بھی احاطہ کرتی ہے)

۲۴۔ صدیقی، سرسید اور علوم اسلامیہ، ص۷

۲۵۔ لاہوری؛ ضیاء الدین، سرسید کی کہانی ان کی اپنی زبانی (راوی: الطاف حسین حالی)، (جمیعۃ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء)، ص۲۱۔۲۲

۲۶۔ ایضاً، ص۲۷۔۲۸

۲۷۔ سرسید احمد خاں، تفسیر القرآن، ص۱۱۳۔۱۱۹، ۱۰۷۵۔۱۰۳۱، ۱۱۴۱۔۱۱۶۰، ۱۱۹۷، ۱۲۰۱

۲۸۔ ایضاً، مثلاً ص۶۶۵۔۶۶۶ (حشر نشر)، ۶۲۹۔۶۳۱ (حساب کتاب و میزان) ۱۰۴۔۱۱۰، (جنت و دوزخ)، ۱۳۷، (حوض کوثر) ۹۲۔۹۴، (وحی) ۹۵۔۱۰۵۰، (اعجاز القرآن) ۸۰۔۸۲، (جبر وقدر و خیر و شر) ۳۰۹۔۳۱۲، (غزوات و جہاد) ۳۹۴، (دوستی کفار) ۴۵۷۔۴۶۵، (تعدد ازدواج) ۸۸۸۔۸۹۰ وغیرہ

۲۹۔ ملاحظہ ہو: محمد ارشد، برصغیر میں تفسیر قرآن کا کلامی اسلوب، ص۱۸۔۲۰ (''تفسیر القرآن'' میں سرسید احمد خاں نے مسلک اعتزال کو نئے لباس اور نئے اضافوں کے ساتھ پیش کیا۔ ص۲۰)

۳۰۔ اس تفسیر پر اُس دور کے اکثر علماء کی طرف سے تنقید و تکفیر کی گئی ہے۔ اس میں سے اہم سید ابوالمنصور دہلوی کی ''تنقیح البیان در جواب نیچری تفسیر القرآن'' ہے جو ۱۲۹۹ھ میں مطبع نصرت المطابع، دہلی سے شائع ہوئی۔

۳۱۔ حالی، حیات جاوید، ج۱ ،ص۲۷۴

۳۲۔ سرسید احمد خاں، تبیین الکلام، حرف اول

۳۳۔ صدیقی، سرسید اور علوم اسلامیہ، ص۸

۳۴۔ یہ جملہ سرسید کے دوست نواب محسن الملک نے اپنے خط بنام سرسید میں لکھا۔ سرسید، تفسیر القرآن، ص۳

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۳۵۔ شطاری، قرآن مجید کے اردو تراجم اور تفاسیر، ص ۴۲۰

۳۶۔ حالی، حیات جاوید، ج ۱، ص ۲۷۳

۳۷۔ ایضاً، ص ۳

۳۸۔ ایضاً، ص ۵؛ سرسید کے اس نظریہ کے حوالے سے مولانا عبدالماجد دریا آبادی رقم طراز ہیں: ''بائبل کی تنقید Higher Criticism ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جرمن، فرنچ انگریزی وغیرہ میں چھوٹی بڑی صد ہا بلکہ ہزار ہا کتابیں اس موضوع پر تیار ہو چکی ہیں اور مقالات و مضامین کا تو شمار ہی نہیں۔ پھر فن بھی مختلف شاخوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ انتقاد متن Textual criticism، انتقاد تاریخی Historical criticism وغیرہ اور ہر شاخ کے الگ الگ ماہرین پیدا ہو رہے ہیں۔ کاش (سر) سید احمد خاں مرحوم (اللہ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے) آج زندہ ہوتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے جس الزام (تحریف بائبل) کی صفائی خواہ مخواہ انہوں نے اپنے سر لے رکھی تھی، اس جرم (تحریف) کا اقبال اب کھلے لفظوں میں وہی لوگ کس کثرت سے کر رہے ہیں''
دریا آبادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، (تاج کمپنی لمٹیڈ، لاہور س ن) ص ۳۱

۳۹۔ متی ۵ :۳۹　　۴۰۔ سرسید، تفسیر القرآن، ص ۳۱۱

۴۱۔ ایضاً، ص ۳۱۲　　۴۲۔ ایضاً، ص ۳۴۷۔۳۵۰

۴۳۔ ایضاً، ص ۷۵۷　　۴۴۔ ایضاً، ص ۷۵۷۔۷۵۸

۴۵۔ ایضاً، ص ۷۶۵۔۷۷۱　　۴۶۔ ایضاً، ص ۱۶۷۔۱۷۴

۴۷۔ ایضاً، ص ۶۹۸۔۶۹۹　　۴۸۔ ایضاً، ج ۷، ص ۹۲

۴۹۔ ایضاً، ج ۷، ص ۸۷، ۸۸

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.